Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 02, July-September 2024, **PP**: 67-88
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

عہد نامہِ عتیق پر نقد میں امام قرافیؒ کے مستدلّات

Imām al-Qarāfī's Arguments in Critique of the Old Testament

1. **Syed Adeel Shah**
syedadeelahmedgilani@gmail.com
Ph. D Scholar,
Department of Islamic Studies,
Al-Hamd Islamic University, Islamabad.

2. **Dr. Ikram ul Haq Al-Azhari**
drikramulhaq@gmail.com
Professor,
Department of Islamic Studies,
Al-Hamd Islamic University, Islamabad.

How to Cite: Syed Adeel Shah and Dr. Ikram ul Haq Al-Azhari. 2024: "Imām al-Qarāfī's Arguments in Critique of the Old Testament". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (02): 67-88.

Article History:

Received:	Accepted:	Published:
01-08-2024	25-08-2024	15-09-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

عہد نامہِ عتیق پر نقد میں امام قرافیؒ کے مستدلّات

Imām al-Qarāfī's Arguments in Critique of the Old Testament

1. **Syed Adeel Shah**
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad.
syedadeelahmedgilani@gmail.com

2. **Dr. Ikram ul Haq Al-Azhari**
Professor, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad.
drikramulhaq@gmail.com

Abstract

Imām al-Qarāfī was a renowned Muslim scholar of 12th century. He authored "*Al-Ajwibat al-Fākhirah 'an al-As'ilat al-Fājirah*" (The Splendid Response to the Wicked Questions). The book was written in response to Paul of Antioch's Document "A Letter to a Muslim Friend." In his work, *Imām al-Qarāfī* not only addressed the religious claims about the Bible made by Paul of Antioch but also formulated an Islamic counter-narrative in his book. In this regard, *Imām al-Qarāfī* critically examined the authoritative status of the Bible, discussing both the Old Testament and the New Testament. This article provides an analytical study of *Imām al-Qarāfī's* views on the Old Testament which he presented to demonstrate that the Old Testament is not a credible religious text. In addition to questioning the authoritative status of the Old Testament, *Imām al-Qarāfī* elucidated that the Old Testament's laws were abrogated with the advent of Islam, asserting that Islam is now the true path to salvation. He provided comprehensive responses to the objections raised by Jews in old times regarding the Islamic concept of abrogation. This article examines *Imām al-Qarāfī's* arguments on the abrogation of the Old Testament's laws and presents his counter-arguments to the critiques posed by Jewish scholars and Orientalists. Additionally, the perspectives of other scholars are included to offer a comprehensive understanding of the topic.

Keywords: *Qarāfī, Torah, Gospel, Bible, Interpolation, Orientalism.*

تعارف

امام شہاب الدین القرافی نے اپنی کتاب "الاجوبة الفاخرةعن الاسئلة الفاجرة" میں مروجہ بائبل کی استنادی حیثیت پر ایک علمی نقد پیش کیا ہے۔[1] اس کا سبب انطاکیہ کے ایک پادری پولس کا یہ دعویٰ تھا کہ بائبل صحت و استناد کے درجے کو پہنچتی ہیں۔ ان کتب کو قرآن مجید نے بھی مستند تسلیم کر رکھا ہے اس لیے مسلمانوں کی جانب سے ان کو غیر مستند اور تحریف شدہ قرار دینے کا مقدمہ بے بنیاد ہے۔ پولس نے بعض قرآنی آیات کے متون بھی اس مؤقف کی تائید میں نقل کر رکھے ہیں۔[2] پولس نے یہ مقدمہ روم کے ارباب کلیسیاء کی طرف منسوب کر رکھا ہے لیکن غالب امکان یہی ہے کہ یہ اس کا اپنا مؤقف ہے۔ اس دعوے کو پیش کرنے کے لیے اس نے قرآنی آیات کو جس انداز میں استدلال کے لیے پیش کیا ہے، اس انداز سے صرف وہی شخص بحث کر سکتا ہے جو عربی زبان سے واقف ہو۔ روم کے ارباب کلیسیا میں اس مہارت کا ہونا محال ہے۔[3]

پولس نے لکھا ہے کہ میں نے روم کا سفر کر کے کلیسیا کے ارباب اختیار کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے تحریف

بائبل کے ضمن میں مسلمانوں کا مقدمہ پیش کیا تو انھوں نے اس مقدمہ کو مسترد کر دیا کیونکہ ان کا مؤقف ہے کہ زمین پر آباد انسانوں کی ایک بڑی آبادی مسیحیت کی پیروکار ہے اور ان تمام پیروکاروں کا بائبل میں شامل کتب کی صحت پر ایمان ہے۔ انسانوں کی اس قدر بڑی تعداد کا ایک غیر مستند اور ضعیف السند مذہبی کتاب پر متفق ہونا محال ہے۔

بائبل میں تحریف کے بارے میں مسلمان علماء کے اقوال میں اختلاف ہے۔ اس ضمن میں تین اقوال ملتے ہیں:

1. پہلے طبقے کا مؤقف ہے کہ بائبل مکمل طور پر تحریف شدہ ہے۔
2. دوسرا مؤقف ہے کہ بائبل جزوی طور پر تحریف شدہ جب کہ جزوی طور پر صحیح ہے۔
3. تیسرے طبقے کے مطابق بائبل مکمل طور پر غیر محرفہ ہے البتہ اس میں جس تحریف کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے وہ تحریف معنوی ہے۔ ہمارے استاد امام ابن تیمیہ دوسرے طبقے کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔[4]

امام شہاب الدین القرافیؒ دوسرے طبقے کے علماء کی صف میں کھڑے ہیں اور وہ بائبل کو جزوی طور پر محرفہ تسلیم کرتے ہیں اور ان کا مؤقف ہے کہ چونکہ بائبل میں تحریف ہو چکی ہے اس لیے اس کو مکمل طور پر قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جس حصے کو قبول کیا جا رہا ہے وہ تحریف شدہ ہے یا سلامت ہے۔[5]

عمومی طور پر اپنی کتاب "الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة" میں امام شہاب الدین القرافی نے مسیحیوں کے اسلام پر اعتراضات کا محاکمہ کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ بائبل پر امام قرافی کے نقد پر مشتمل ہے۔ امام قرافی کا بنیادی مقدمہ یہی ہے کہ یہودی و مسیحی علماء اپنے ہاں جس کتاب کو حقیقی تورات باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں در حقیقت وہ نسخہ حقیقی تورات نہیں ہے بلکہ حقیقی ضائع ہو چکی ہے۔ اس ضمن میں امام قرافی نے متعدد دلائل ذکر کیے ہیں۔ ان دلائل کی نوعیت لفظی یا روایتی نہیں بلکہ درایتی اور تجزیاتی ہے۔ چنانچہ مقالہ ہذا میں:

- بائبل (عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید) سے متعلق امام قرافی کے مقدمات بیان کیے گئے ہیں۔
- اپنے مقدمات کی تائید میں امام قرافی نے جو مستدلات پیش کیے ہیں، ان کی وضاحت کی گئی ہے۔
- ان مستدلات کے ضمن میں امام قرافی نے جن مصادر سے استفادہ کیا ہے ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔
- امام قرافی کے مقدمات کے ضمن میں استشراقی بیانیہ کی جہات بیان کی گئی ہیں۔
- استشراقی مواقف کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

تورات میں تحریف: امام قرافی کا مقدمہ

امام قرافی نے مختلف جہات سے یہ ثابت کیا ہے کہ تورات میں لفظی اور معنوی، دونوں اعتبارات سے تحریف ہو چکی ہے۔ اس ضمن میں ان کی کتاب "الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة" میں گیارہ اہم دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ امام قرافی ایک طرف تورات کو تحریف شدہ ثابت کرتے ہیں اور دوسری طرف اسی تورات میں سے متعدد ایسی عبارات پیش کرتے ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی آمد سے متعلق پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ بادی النظر میں امام موصوف کا یہ منہج داخلی اعتبار سے تضاد اور تعارض کا شکار معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ قاری کے ذہن میں اس تعارض کو لے کر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر تورات تحریف شدہ ہے تو پھر اس کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ کی آمد کی جو پیشین گوئیاں بیان کی جاتی ہیں، کیا وہ تحریف شدہ نہیں؟

ذیل میں ان دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل: بنو ہارون کے ہاتھوں عہد نامہ عتیق کا ضیاع

امام قرافی کی پہلی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات کا حقیقی نسخہ بنو ہارون کے حوالے کر دیا تھا کچھ مدت کے بعد بخت نصر نے بنی ہارون کا وسیع پیمانے پر قتل عام کیا اور اس دوران تورات کا حقیقی نسخہ ضائع ہو گیا تھا۔ خود تورات میں بھی لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے تمام قبائل کو تورات نہیں دی تھی کیونکہ ان کے مطابق محض بنو ہارون اس کے اہل تھے۔[6] لہذا اس اعتبار سے بنو ہارون ہی یہودیوں کے مذہبی و قانونی قائدین ٹھہرتے ہیں۔[7]

امام قرافی یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ تورات کی رو سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے صرف نصف سورت مہیا کی تھی جس کا نام "ھازینو" تھا۔[8] بنی اسرائیل کو تورات کے بقیہ حصے کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ اس صورت میں بنو ہارون ہی اس کے وارث تھے۔ جس طرح مسلمانوں کے ہاں قرآن مجید کو حفظ کرنے کی روایت ہے اس طرح بنو ہارون نے تورات کو حفظ کرنے کی روایت نہیں ڈالی تھی۔ جس طرح مسلمان بعض تاریخی واقعات اور اقوال زریں کو زبانی یاد کر لیتے ہیں اس طرح بنو ہارون نے بھی بنی اسرائیل میں اپنا تفوق قائم رکھنے کے لیے تورات کے بعض حصے یاد کر رکھے تھے۔ چنانچہ تورات مکمل طور پر زبانی یاد نہ ہو سکی تھی۔

دوسری دلیل: بیرونی حملوں میں تورات کا ضیاع

امام قرافی کا مؤقف ہے کہ بنی اسرائیل پر متعدد بیرانی اقوام نے حملے کر کے ان کو تاراج کیا تھا۔ ان حملہ آور اقوام میں سے شدا بین، بابلی، فارسی، یونانی اور پھر مسیحی اقوام شامل ہیں۔ ان اقوام نے ایک طرف یہودیوں کا قتلِ عام کیا تو دوسری طرف ان کے شہروں کو تباہ کیا، ان کی کتابوں کو جلا ڈالا اور اسلام کی آمد تک یہ سلسلہ جاری رہا تھا۔ قتل وغارت کے ان واقعات کے دوران تورات کا نسخہ متعدد مرتبہ ضائع ہوا تھا۔[9]

تیسری دلیل: حکمرانوں کا تورات کی تعلیمات سے انحراف

امام قرافی فرماتے ہیں کہ یہودیوں پر ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب ان کے حکمرانوں نے کھلے عام شرک کا ارتکاب اور باقاعدہ بت پرستی شروع کر دی تھی۔ "جیسا راجہ ویسی پرجا" کے مصداق ان کے عوام نے بھی بادشاہوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدائی احکامات کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس عہد میں موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات کا اصلی نسخہ موجود ہی نہیں تھا جس میں توحید اور شریعت کی تعلیمات کا ذکر تھا۔[10]

امام ابن قیم کا یہ تجزیہ غور طلب ہے کہ یہ حالات تو اس وقت تھے جب بنی اسرائیل کے پاس اپنے حاکم تھے اور اپنی آزاد ریاست تھی۔ ان آفات کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا جن میں ان کے بادشاہ اور مذہبی قائدین قتل کر دیے گئے تھے، ان کی کتابوں کو جلا کر راکھ کر دیا گیا تھا اور ان کو اپنے دینی شعائر پر عمل کرنے سے روک دیا گیا تھا۔[11]

چوتھی دلیل: بخت نصر کا تسلط اور عزرا کاہن

امام قرافی فرماتے ہیں کہ بخت نصر نے صرف لاویوں اور بنی اسرائیل کو قتل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اس نے بنی اسرائیل کو بت پرستی کی جانب بھی راغب کیا تھا۔ اس نے تورات کے احکام کی خلاف ورزی پر یہودیوں کو قائل کرنے کے لیے ان کی ذہن سازی بھی کی اور جس کے بعد تورات کے احیاء کا جذبہ ماند پڑ گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بنو اسرائیل میں سے کسی نے بھی تورات کو یاد

کرنے کی کوشش نہیں کی اور اس کی اسناد منقطع ہو گئیں۔ جب سند ہی منقطع ہو جائے تو کوئی اس تورات کے الہامی ہونے کی توثیق کیونکر کر سکتا ہے؟ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایک ایسا انسان بھی نہیں ہے جو تورات کو عدل و انصاف کے ساتھ درست روایت کر سکے۔ اس لیے تورات کا تواتر بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔[12]

اس کے بعد امام قرافی کہتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں یہودیوں کے پاس تورات کو جو نسخہ ہے وہ منزل من اللہ نہیں ہے بلکہ اس میں مجہول تلفیقات اور موضوع تواریخ ہیں اور ان کو وضع کرنے میں بنیادی اور اساسی کردار عزرا کاہن کا ہے۔ بخت نصر کے واقعہ کے ستر برس بعد جب عزرا نے دیکھا کہ اس کی قوم کے ہیکل کو جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے، ان کی املاک کو لوٹ لیا گیا ہے اور ان کی کتابوں کو تلف کر دیا گیا ہے تب عزرا نے تین کام کیے:

1. اس نے تورات کی باقیات کو تلاش کیا۔
2. اپنے اجداد سے تورات کے جو اقتباسات سن رکھے تھے ان کو بھی جمع کیا۔
3. پھر ان سب کو ایک منظم تحریر کی صورت میں املا کروایا۔

امام قرافی فرماتے ہیں کہ ستر برس کے اس طویل عرصہ کے بعد عزرا نے جو کچھ لکھوایا اس کے بارے میں خود یہودی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ اس میں کتنا حصہ سچ اور کتنا حصہ جھوٹ تھا۔ لہٰذا عزرا کاہن کے پیش کردہ نسخے پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔[13] اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ عزرا کاہن دینی علوم سے عاری شخص تھا اسی لیے اس نے عہد نامہ عتیق کا جو نسخہ تیار کروایا اس میں خدا کے بارے میں توہین آمیز مواد شامل کر دیا جس سے خدا کو انسانی کمزوریوں سے متصف تسلیم کرنے والے یہودیوں کی ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی تھی۔

پانچویں دلیل: مترجمین کی جانب سے تحریف پر اتفاق

امام قرافی کے مطابق خود یہودی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تورات کے اولین مترجمین نے اس میں تحریف کر رکھی ہے۔ ستر کاہنوں کو روم کے حکمران نے مسیح علیہ السلام کی وفات کے بعد جمع کیا تا کہ وہ تورات کا عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ کریں۔ اس ترجمہ کے دوران مترجمین نے تقریباً بہتر مقامات پر تحریف کی تھی۔[14]

امام قرافی اس پر حیرت کرتے ہیں کہ یہودی مؤرخین نے تحریف کے اس واقعہ کو مترجمین کی تحسین کے طور پر بیان کر رکھا ہے۔ اگر تحسین کی یہ حالت ہے تو پھر تنقیص کی کیا نوعیت ہو گی۔ اب کوئی عام انسان یہودیوں کے کس فرد پر بھروسا کرے گا؟ اب تو کوئی بھی عام فہم انسان یا بچہ بھی یہی کہے گا کہ اگر پہلے تبدیلی ہو چکی ہے تو اس کے بعد بھی ضرور ہوئی ہو گی۔[15]

چھٹی دلیل: سامریہ اور مسیحیوں کی جانب سے یہودیوں پر تورات میں تحریف کا الزام

امام قرافی فرماتے ہیں کہ خود یہود کے فرقے بھی ایک دوسرے پر تحریف کا الزام لگاتے ہیں۔ اسی طرح بعض مسیحیوں کی جانب سے بھی یہودیوں پر تحریف کا الزام لگایا گیا ہے۔ ان مسیحیوں کا دعویٰ ہے کہ تورات کا موجودہ نسخہ محرفہ ہے۔ مثلاً سامریہ کے بارے میں یہودیوں کا اتفاق ہے کہ انھوں نے تورات میں شدید تحریف کی تھی۔ اسی انداز میں سامریہ بھی دوسروں پر تحریف کا الزام لگاتے ہیں۔ عیسائیوں کی جانب سے بھی کہا جاتا ہے کہ یہودیوں نے تواریخ میں تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ انھوں نے آدم علیہ السلام کے قصہ میں توقیت کے بیان میں غلطی کی ہے۔ توقیت کے ضمن میں ان کا یہ تنازع مسیح علیہ السلام کی بعثت تک جاری رہا۔ ان میں سے تحریف کا حقیقی مرتکب کون ہوا؟ یہ الگ بحث ہے لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تورات میں تحریف ہو چکی ہے۔[16]

یہی دلیل امام قرطبی نے بھی پیش کی ہے اور وہ اس کے بعد مسیحیوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگ تورات میں تحریف کا انکار کرو گے تو پھر تم سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگوں نے یہودیوں پر یہ الزام کس بنیاد پر لگایا ہے کہ انھوں نے آدم علیہ السلام کی عمر اور نسب کے بارے میں جھوٹ بولا ہے؟ اگر وہ آدم علیہ السلام کے نسب کے بارے میں یہ حرکت کر سکتے ہیں تو کسی دوسرے مقام پر بھی کر سکتے ہیں۔[17]

ساتویں دلیل: موسیٰ علیہ السلام کا ضمیرِ غائب سے ذکر

امام قرافی فرماتے ہیں کہ تورات کے اکثر مقامات پر موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ضمیر واحد غائب کے ساتھ ہوا ہے۔ یہ بھی تورات میں تحریف کی دلیل ہے۔ تورات میں مکرر لکھا ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے ان کے رب نے کلام فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل سے کہو کہ۔۔۔ الخ۔[18] ایسی عبارتوں سے بھی ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں اور نہ ہی یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ بلکہ یہ کسی غیر کی پیش کردہ حکایات ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس نے لفظی طور پر ان کو بیان کیا ہے یا معنوی طور پر۔ نیز بیان کرنے والے کی صحت و عدالت بھی معلوم نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی تعارف ہے۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ وہ کوئی دشمنِ دین ہو جو فساد کی غرض سے تغیر اور تبدیلی کا مرتکب ہو رہا ہو۔ اس لیے امام قرافی احتیاط کے پیشِ نظر فرماتے ہیں کہ ضروری ہے کہ تورات کے اِس نسخے سے قطع تعلقی اختیار کی جائے۔[19]

اس ضمن میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں کہ اگر تورات موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہوتی تو اس کی عبارت صیغہ متکلم کی صورت میں ہوتی کیونکہ اسی کو زیادہ معتبر و معتمد اسلوب سمجھا جاتا ہے۔[20] چنانچہ امام قرافی کا یہ مؤقف بھی قابل لحاظ ہے کہ تورات کی پانچویں کتاب "استثناء" میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام وادی مواب میں فوت ہوئے تھے اور ان کو اسی وادی میں دفن کیا گیا تھا۔ جس مقام پر ان کی تدفین کی گئی اس کو "بیت فغورا" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کی جائے تدفین کی کسی کو بھی خبر نہیں ہے اور نہ ہی آج تک کسی انسان کو ان کی قبر مبارک مل سکی ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 120 برس تھی۔ ان کی بصارت زائل نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں۔ ان کی وفات کے تین دن تک بنی اسرائیل نے وادی مواب میں ہی ان کا سوگ منایا۔ جب ان کے سوگ کے دن مکمل ہو گئے تو یوشع بن نون کو موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ کے طور پر بنی اسرائیل کی قیادت ملی تھی۔[21]

امام قرافی فرماتے ہیں کہ تدفین، سوگ اور خلافت والا واقعہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد پیش آیا تھا۔ لیکن اس کو بھی تورات میں شامل کر دیا گیا ہے جب کہ یہ الہامی نہیں۔ یہ کسی مؤرخ یا راوی کا کلام ہے۔ نیز کسی بھی شخص کو، جس نے یہ واقعہ روایت کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی معلوم نہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ من گھڑت ہو سکتا ہے۔ اگر اس طرح کے واقعات کو بائبل میں شامل کیا جا سکتا ہے تو نہ جانے کتنی ہی رکیک حکایات اس میں داخل کر دی گئی ہیں۔ اس کے بعد امام قرافی فرماتے ہیں کہ فقہی امور میں تورات سے اخذ و استدلال جائز نہیں کیونکہ اگر حلال جانور کے گوشت میں کسی حرام جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت بھی شامل کر دیا جائے تو اس سارے گوشت کو چھوڑنا لازم ہو جاتا ہے۔[22]

امام قرطبی نے بھی یہی دلیل ذکر کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ یہودیوں کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ دعویٰ کریں کہ یہ اللہ کا ہی کلام ہے اور موسیٰ علیہ السلام اس سے باخبر تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ تسلیم کر لیں کہ یہ موسیٰ علیہ السلام پر وحی ہونے والا اقتباس نہیں اور نہ ہی آپ علیہ السلام اس سے آگاہ تھے۔ اگر وہ پہلا مؤقف اپنائیں گے تو کلام کا سیاق و سباق ان کے مؤقف کو جھٹلا دے گا کیونکہ متن خود بتا رہا ہے کہ اس کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد لکھا گیا تھا۔ اگر وہ دوسرا مؤقف اپنائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ

تم لوگوں نے کلام اللہ میں غیروں کی باتیں شامل کر رکھی ہیں۔[23] یہی دلیل امام ابو ولید الباجی نے بھی پیش کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، انہوں نے اس کو من وعن آگے پہنچایا۔ ان کی وفات کے بعد والا واقعہ اللہ تعالیٰ نے کس پر نازل کیا تھا؟[24]

آٹھویں دلیل: تورات میں غلط معلومات

امام قرافی کا مؤقف ہے تورات میں متعدد مقامات پر تناقضات اور تضادات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات میں تحریف ہو چکی ہے۔ اس ضمن میں امام قرافی نے مندرجہ ذیل مثالیں پیش کی ہیں:

1. امام قرافی فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حوا کو خبردار کیا تھا کہ اگر تم دونوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھایا تو تم دونوں پر موت طاری ہو جائے گی۔[25] اسی تورات میں لکھا ہے کہ ان دونوں نے جب شجر ممنوعہ کا پھل کھا لیا تب بھی وہ زندہ رہے اور طویل عرصے تک ان دونوں کو رزق ملتا رہا تھا۔[26] امام موصوف کے مطابق یہ ایک فاحش تناقض ہے جو تورات میں تحریف پر دلالت کرتا ہے۔[27]
2. تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ آپ کی اولاد مصر میں چار سو برس تک آباد رہے گی۔[28] جب کہ یہودی مؤرخ لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے مصر میں تقریباً 230 برس گزارے تھے۔ امام قرافی کے بقول یہ بھی ایک تناقض ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عہد نامہ عتیق سے متعلق یہودیوں کا فہم ناقص ہے۔ نیز اس ضمن میں انھوں نے جو تصنیفات پیش کر رکھی ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہے۔[29]

نویں دلیل: تورات میں اللہ تعالیٰ کی گستاخی پر مبنی عبارات

امام قرافی کے مطابق تورات کے محرفہ ہونے کے دلائل میں وہ جملے بھی شامل میں جن میں انبیاء کی گستاخی اور توہین کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر:

1. عہد نامہ عتیق کے مطابق اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو بتایا کہ مجھے سدوم اور عامور کے گناہوں کے بارے معلوم ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ میں اب اتروں گا اور دیکھوں گا کہ کیا واقعی ان کی بغاوت اس طرح بڑھ چکی ہے جیسے مجھے بتائی گئی ہے۔[30]
امام قرافی فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ گویا اس کو غیب کی باتوں کا علم نہیں ہے۔ نیز اس میں فرشتوں کی جانب عدمِ صدق کا امکان بھی ظاہر کیا جارہا ہے۔ یہ بھی بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتے سچے نہیں ہیں۔ نیز یہ فقرات اللہ تعالیٰ کے جاہ و جلال کے انکار پر مشتمل ہیں۔ لہذا یہ سراسر جھوٹ ہے۔[31]
2. اس کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ وہ سب قربانی کے طور پر ایک ایک برہ ذبح کریں اور اس کا خون اپنے دروازوں پر لگادیں۔ اس کے بعد صبح تک کوئی بھی اپنے گھر سے نہ نکلے کیونکہ خدا مصریوں کو غارت کرنے کے لیے آئے گا اور جس کے دروازے پر خون لگا ہو گا وہ اس کے رہائشیوں کو چھوڑ دے گا۔[32]

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام قرافی فرماتے ہیں کہ ان فقروں میں یہودیوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ خون کے نشان کو دیکھے بغیر خدا کو یہ علم نہیں ہو سکتا تھا کہ کون اس پر ایمان رکھتا ہے اور کون فرعون کے گروہ میں شامل ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا مکمل علم رکھتا ہے اور اس کے علم سے زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں ہے۔[33]

3. عہد نامہ عتیق کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کائنات چھ دن میں تخلیق کی اور اس کے بعد ساتویں دن آرام کیا تھا۔[34]

اس ضمن میں امام قرافی فرماتے ہیں کہ یہاں یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنا سوءِ فہم عقیدے کے طور پر اختیار کر رکھا ہے جو کہ مکمل طور پر جہالت پر مبنی ہے۔ ان کے بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ خدا نے لیٹ کر ٹخنے پر ٹانگ رکھی اور استراحت فرمائی تھی۔ انھوں نے خدا کی تجسیم کا ارتکاب بھی کیا ہے اور اس کو قدرت کے اعتبار سے کمزور ہستی کے طور پر پیش کیا ہے۔ معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ ان کا تصورِ خدا وہ نہیں ہے جو انبیاء نے پیش کیا ہے بلکہ یہ کوئی نیا خدا ہے جس پر حالات و واقعات اور حوادث اثر انداز ہوتے ہیں۔

امام قرافی مزید فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے مطابق پوری کائنات کو کُن کے ذریعے عدم سے وجود میں لانے میں خدا کو مچھر کے پر کی تخلیق کے برابر بھی تکان محسوس نہیں ہوئی۔ جب کہ یہودیوں کے ہاں مقبول کائنات کی تخلیق کے تصور سے محسوس ہوتا ہے کہ گویا خدا نے کسی کارخانے میں چمڑے کی دباغت کے عمل کی طرح کائنات کی تخلیق کی تھی۔[35]

4. عہد نامہ عتیق میں لکھا ہے کہ بنو آدم کے گناہوں کی کثرت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو ندامت محسوس ہوئی تھی۔ اس لیے اس نے انسانوں کو ہلاک کرنے کے لیے نوح علیہ السلام کے عہد میں طوفان بھیج دیا۔ اس ہلاکت کو دیکھ کر خدا ایک مرتبہ پھر نادم ہوا اور اس نے عہد کیا کہ اب میں دوبارہ انسانوں کو اس طرح تباہ نہیں کروں گا۔[36]

امام قرافی فرماتے ہیں کہ تورات کے ان فقروں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا کو مستقبل کی خبروں کا علم نہیں تھا۔ نیز وہ ندامت اور افسوس، ایسی ناقص صفات کا مالک ہے جو انسانوں میں موجود ہیں۔ اس ضمن میں امام قرافی تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ یہودیوں میں نسخ جائز نہیں سمجھا جاتا کیونکہ اس کو وہ بداء پر محمول کرتے ہیں۔ جب کہ حقیقت میں وہ خدا کے نادم ہونے پر ایمان رکھتے ہیں جو بداء سے بھی زیادہ شدید صورت ہے۔ یہاں تو انھوں نے محض ندامت کا ہی نہیں بلکہ ایک ندامت پر مزید دوسری ندامت کا الزام اللہ تعالیٰ پر لگا رکھا ہے۔ اس طرح کا عمل کوئی دنیاوی حکمران کرے تو یہ اس کی معزولی کی وجہ بن سکتا ہے لیکن حیرت ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انھوں نے تورات میں تحریف کر رکھی ہے۔[37]

5. تورات میں لکھا ہے کہ خدا کی روح تخلیق کائنات سے قبل پانی پر پھڑ پھڑایا کرتی تھی۔[38]

امام قرافی فرماتے ہیں کہ یہ باطل دعویٰ ہے کیونکہ تخلیق کائنات سے قبل پانی کا وجود کیونکر ممکن ہے؟ نیز اس مؤقف کے نتیجے میں یہود کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ پانی بھی خدا کی طرح قدیم ہے، حادث نہیں۔ اگر وہ یہ تسلیم کریں گے تو وہ منقولات و معقولات، دونوں کی مخالفت کریں گے کیونکہ اگر ہم پانی کو قدیم تسلیم کر لیں تو ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا روح نہیں جسم ہے کیونکہ تیرنا جسم سے متصف ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا منقول و معقول دونوں رو سے محال ہے۔ امام قرافی کے مطابق تورات کا مذکورہ فقرہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ خدا کا جسم اور اس کی روح دو الگ الگ ہستیاں ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا کی روح اس کے جسم میں نہیں تھی تو کیا اس وقت وہ حالتِ میت میں تھا؟[39]

6. یہودیوں نے عہد نامہ عتیق میں یہ قصہ بھی شامل کر دیا ہے کہ نمرود نے جب محل تعمیر کیا تو نیچے آکر خدا نے اس کو منہدم کر دیا۔ اس طرح خدا نمرود اور اس کے ارادوں کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔[40]

امام قرافی فرماتے ہیں کہ یہ بھی خدا کی گستاخی ہے کیونکہ اس میں خدا کو ہبوط کے جبر سے مستلزم کیا گیا ہے۔ نیز مقابلے کی جو

فضا نمرود اور خدا کے درمیان قائم کی گئی اس سے نمرود کو خدا کے برابر کھڑا کر دیا گیا ہے حالانکہ یہ تقابل محض دو انسانوں کے درمیان ہو سکتا ہے۔[41]

7. امام قرافی نے تورات میں مذکور دیگر ایسے فقروں کی نشاندہی بھی کی ہے جن کے مطابق خدا زمین پر اترا تھا۔[42] مثلاً:
- خدا جنت میں اترا، وہاں چہل قدمی کی اور وہاں آدم علیہ السلام سے کلام کیا۔[43]
- اللہ تعالیٰ زمین پر اترا اور وہاں بنی اسرائیل کو فرعون کے جادوگروں سے بچایا۔[44]
- اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتر کر درخت کی اوٹ سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کی۔[45]
- خدا زمین پر اترا اور اس نے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوش خبری دی تھی۔[46]

8. عہد نامہ عتیق سے موسوم حالیہ نسخہ کے مطابق خدا نے تخلیق کائنات کے بعد فرمایا کہ آؤ اپنے مشابہ ایک انسان بنائیں۔ پھر آدم کو پیدا کیا گیا۔[47]

امام قرافی فرماتے ہیں کہ یہود اس سے تجسیم کا عقیدہ ثابت کرتے ہیں۔[48] وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ خدا ایک سفید بزرگ کی مانند اور اس کا سر اور داڑھی ہے۔ وہ کرسی پر تشریف فرما ہے اور فرشتے اس کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔ اس کی حضوری میں کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ کوئی ایسی رکیک عبارات کو دیکھے اور سوچے کہ کیا یہ عقل مندوں کی باتیں ہیں؟ ان لوگوں نے تخلیق کے تصور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا ہے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ اکیلا آدم علیہ السلام کی تخلیق پر قادر نہیں تھا۔ اسی لیے اس نے فرمایا کہ "آؤ پیدا کریں۔"[49]

9. تورات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام اور ان کی بہن مریم کو موسیٰ علیہ السلام سے حسد محسوس ہونے لگا جس کی بنا پر انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کی۔ اللہ تعالیٰ اس وقت خیمہ اجتماع میں نازل ہوا اور اس نے ہارون علیہ السلام اور مریم کو سخت ڈانٹ پلائی جس کے بعد مریم کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہو گئی تھی۔[50]

اس پر نقد کرتے ہوئے امام قرافی فرماتے ہیں کہ ان یہودیوں نے مذکورہ قصہ گھڑ کر تورات میں شامل کر رکھا ہے تاکہ خیمے میں خدا کے حلول کا جواز پیدا کیا جا سکے۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہ رہے ہیں کہ خدا کسی پر بھی حاضر ہوئے بغیر حکم صادر نہیں فرماتا اسی لیے مریم اور ہارون علیہ السلام پر حاضر ہوا تھا۔ یہود کی جانب سے اللہ اور اس کے رسول پر یہ ایک قبیح جھوٹ ہے۔[51]

10. صرف اسی پر بس نہیں بلکہ عہد نامہ عتیق کے مطابق خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے لیے ایک خیمہ بناؤ۔ میں بنی اسرائیل کے ساتھ اس خیمے میں رہوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے "قبة العہد" کے نام سے ایک خیمہ بنایا۔ یہود کے ہاں معروف ہے کہ اس خیمے کی تعمیر میں ستر ہزار رطل سے زائد مالیت خرچ ہوئی اور اس رقم کا انتظام موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے چندہ جمع کر کے کیا تھا۔ اس کے بعد خدا عرش سے اتر کر زمین پر آیا اور اس خیمہ میں جلوہ افروز ہو گیا۔[52]

امام قرافی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے میں اس گروہ کی جراءت دیکھو۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر اس طرح نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے جلال کے شایانِ شان اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ وہ بد دعائیہ انداز میں کہتے ہیں کہ جو کچھ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے اس پر ان کا بیڑہ غرق ہو۔[53]

دسویں دلیل: تورات میں عصمتِ انبیاء سے منافی مضامین

عصمت کا لغوی معنیٰ حفاظت کرنا اور بچانا ہے۔[54] قرآن مجید میں یہ لفظ "عاصم" بطور اسم فاعل مذکور اور "بچانے والے"

کے معنٰی میں بیان ہوا ہے۔[55] مقاییس اللغۃ کے مطابق "عصم" کا مطلب پکڑے رکھنا، بچا کر رکھنا اور دور رکھنا ہے۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ "ان يعصم الله عبده عن سوء يقع فيه"۔ اللہ اپنے بندے کو برائی سے بچا کر رکھے گا جس میں وہ پڑ سکتا ہے۔[56]

اصطلاح میں عصمتِ انبیاء سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے ظاہر اور باطن دونوں کو مکروہات، محرمات، صغائر اور کبائر سے محفوظ رکھتا ہے۔ انبیاء عمداً اور سہواً، دونوں اعتبار سے ان چیزوں میں مبتلا ہونے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ حفاظت نبوت سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں ہوتی ہے۔[57] اس موضوع پر مسلمان متکلمین نے تفصیلات پیش کر رکھی ہیں۔ حسبِ موقع ان کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔[58]

مذکورہ اساس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام قرافی نے تورات میں مذکور ایسی عبارات کی نشان دہی کی ہے جن میں انبیاء کرام کی عصمت کے منافی اور توہین آمیز مضامین ہیں۔ ان عبارات کے پیش نظر امام قرافی کا مؤقف ہے کہ تورات منزل من اللہ نہیں بلکہ اس میں تحریف ہوچکی ہے۔ ذیل میں امام قرافی کی پیش کردہ ایسی ہی عبارات کے ساتھ امام موصوف کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:

1. تورات میں ہے کہ ایک مرتبہ نوح علیہ السلام اپنے خیمے میں محوِ استراحت تھے کہ ہوا چلنے سے ان کے جسم کا ستر کھل گیا۔ یہ منظر دیکھ کر ان کے بیٹے حام نے ہنسنا شروع کر دیا جس پر نوح علیہ السلام نے حام اور اس کی نسل کو غلامی کی بد دعا دی۔[59] امام قرافی اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام پر یہ الزام ہے۔ انبیاء کرام دیگر لوگوں کی اخلاقی کمزوریوں پر ان کو اس طرح بد دعائیں نہیں دیتے۔[60]

2. تورات میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقِ وراثت سے اسحاق علیہ السلام کے علاوہ دوسری اولاد کو قصداً محروم رکھا تھا۔[61] یعنی انھوں نے اپنی کل جائیداد کا وارث اسحاق علیہ السلام کو بنا کر اسماعیل علیہ السلام کو اس سے محروم کر دیا تھا۔[62] اس پر نقد کرتے ہوئے امام قرافی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ انبیاء کی وراثت دنیاوی مال ومتاع کی صورت میں نہیں بلکہ علم وعرفان کی صورت میں ہوتی ہے۔[63]

امام قرافی نے مندرجہ ذیل عبارات بھی تورات کے حوالے سے پیش کر رکھی ہیں:

- تورات کے مطابق لوط علیہ السلام کی بستی کو عذاب سے دوچار کرنے سے قبل اللہ نے ان کو حکم دیا کہ آپ اس بستی سے کوچ کر جائیں لیکن وہ بستی سے باہر نہ نکلے اس لیے فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو زبردستی وہاں سے نکال باہر کیا تھا۔[64]
- لوط علیہ السلام نے شراب نوشی کر کے اپنی بیٹیوں کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا تھا۔[65]
- یعقوب علیہ السلام نے اپنے والد اسحاق علیہ السلام کو دھوکا دے کر ان سے اپنے حق میں دعا قبول کروائی تھی۔[66]
- تورات میں یعقوب علیہ السلام کے بیٹے روبین کے بارے میں ہے کہ اس نے یعقوب علیہ السلام کے بستر پر زنا کیا تھا۔ اس کے بدلے میں یعقوب علیہ السلام نے وفات کے وقت اس کو جائیداد سے عاق کر دیا تھا۔[67] یعقوب علیہ السلام نے یہودا کے لیے دعا کی تھی کہ اس کی نسل کو بادشاہت اور نبوت ملے۔[68] لیکن تورات اسی یہودا کو زانی قرار دیتی ہے۔[69] یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں پر یہ الزام بھی ہے کہ انھوں نے ایک قبیلے کو توحید کی دعوت دی۔ تمام قبیلہ شرک اور کفر سے توبہ کر کے مؤحد ہوگیا لیکن اس کے باوجود یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اس پر حملہ کر کے اس کی خواتین کی عزتوں کو پامال کیا اور قبیلے کا مال لوٹ لیا۔[70]
- تورات میں داؤد علیہ السلام کو زنا سے پیدا ہونے والی نسل کا فرد قرار دیا گیا ہے۔ ان کے مطابق لوط علیہ السلام کی بیٹیوں

نے اپنے والد یعنی لوط علیہ السلام کو شراب پلا کر ان کے ساتھ بدکاری کی (نقل کفر کفر نباشد) اور اس کے نتیجے میں ایک بیٹی کے ہاں موآب کی پیدائش ہوئی۔ داؤد علیہ السلام اسی موآب کی نسل میں سے ہیں۔[71]

- تورات میں داؤد علیہ السلام پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ وہ ایک عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اس کو بلوا کر زبردستی اپنی رفاقت میں رکھا جس سے وہ حاملہ ہو گئی۔ آپ نے اس کے شوہر "اوریا" کو جنگ میں بھیج کر قتل کروا دیا۔[72]
- تورات میں داؤد علیہ السلام کے فرزند اور اللہ تعالیٰ کے نبی سلیمان علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخری حصے میں بت پرستی کا ارتکاب کیا تھا۔[73]

آخر الذکر تین الزامات کے ضمن میں امام قرافی فرماتے ہیں کہ عزرا کاہن کا تعلق بنو اسرائیل کی ہارونی شاخ سے تھا اس لیے اس نے داؤدی شاخ کو بدنام کرنے کے لیے ایسے جھوٹے افسانے گھڑ کے عہد نامہ عتیق میں شامل کر دیے تھے۔[74]

امام قرافی کے مطابق تورات سے موسوم حالیہ نسخہ میں بعض مبہم معلومات بھی موجود ہیں جو اس کے منزل من اللہ ہونے کی نفی کرتی ہیں۔ مثلاً:

- تورات میں "موآب"[75] کو موسیٰ علیہ السلام کی جائے وفات بتایا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کو "بیت فعور"[76] کے سامنے ایک وادی میں دفن کیا گیا تھا۔[77] لیکن آج تک کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کی قبر مبارک کہاں ہے؟
- تورات میں موجود انبیاء اور دیگر لوگوں کے نسب نامے بھی مبہم ہیں اور ان کو پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے بعد میں ان کا اضافہ کر دیا ہے۔[78]

امام قرافی فرماتے ہیں کہ تورات میں یہ قصہ اس لیے گھڑ کر شامل کیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی ہارون میں دین کی امانت رکھی۔[79] لیکن بعد میں داؤدی ان پر غالب آ گئے اس لیے تورات میں تحریف کر کے داؤد علیہ السلام کو باعث عار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ مزید فرماتے ہیں کہ انبیاء کی اہانت کی متعدد مثالیں حالیہ تورات میں تاحال مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب منزل من اللہ نہیں بلکہ انسانی تحریف کا شکار ہو چکی ہے۔[80] لہٰذا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کی عصمتوں پر اس طرح کے رکیک حملے کرنے والی کتاب الہامی نہیں ہو سکتی ہے۔ انبیاء کی عصمت وعفت پر داغ لگانے کی کوشش میں تورات میں کسی نے تحریفات کر رکھی ہیں۔

ایک اہم سوال

امام قرافی یہاں خود ہی ایک سوال پیش کرتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے مطابق تورات تحریف شدہ ہے، تو پھر ان انبیاء کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جو اسی تورات کی روشنی میں فیصلے صادر فرماتے تھے۔ انبیاء کے طریقہ کار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ غیر محرفہ ہے۔ اس کے جواب میں امام قرافی نے متعدد نکات پیش کیے ہیں۔ مثلاً:

- عین ممکن ہے کہ تورات کے صرف صحیح حصوں کے بارے میں انبیاء کو بذریعہ وحی اطلاع کی جاتی ہو۔
- اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انبیاء اس کے ذریعے فیصلے کرتے تھے اور ان کے فیصلے درست تھے تو پھر بھی یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ ان کی جانب سے تورات کی روشنی میں کون کون سے فیصلے صادر ہوئے تھے۔ جو معلوم ہو سکے ہیں ان کو ہم درست تسلیم کرتے ہیں اور تورات کے جن حصوں کی مدد سے وہ فیصلے صادر کیے گئے ہیں ان کو بھی ہم صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن نہ یہ معلوم ہو سکا ہے اور نہ ہو سکے گا کیونکہ اس کا کوئی دستاویزی ریکارڈ موجود ہی نہیں۔

- تحریف کب واقع ہوئی، اس کا کوئی مخصوص زمانہ معلوم نہیں۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ یہ تحریف انبیاء کے زمانے کے بعد واقع ہوئی ہو۔ امام قرافی کا تیسرا نقطہ ان کے پہلے پیش کردہ دعاوی کے ساتھ متعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ خود فرما چکے ہیں کہ عزرا کاہن کے زمانے میں تحریف کا پہلا واقعہ پیش آیا تھا۔ مقالہ نگار کے خیال میں امام قرافی نے یہ تیسرا نقطہ ابو عبیدہ الخزرجی کی کتاب سے اخذ کیا ہے۔ لیکن ابو عبیدہ نے تحریف کی مدت کی بحث نہیں چھیڑی۔[81]

امام قرافی سے پہلے یہی اعتراض امام قرطبی نے بھی پیش کیا تھا۔ وہ یہ اعتراض پیش کرنے کے بعد امام قرافی کے جواب سے کسی حد تک موافق توضیح پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ انبیاء اسی تورات کے ذریعے فیصلے فرماتے تھے تو ہم اس کی توضیح میں یہ کہیں گے کہ انبیاء نے تورات کے جن حصوں کی روشنی میں فیصلے صادر فرمائے وہ غیر تحریف شدہ ہیں۔ جن حصوں سے انبیاء نے اخذ و استدلال نہیں کیا وہ تحریف شدہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تورات کو محرف تسلیم کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ انبیاء کو خطا پر تسلیم کیا جائے کیونکہ وہ محرف کتاب سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ اس اعتراض کے ضمن میں ہمارا جواب یہ ہو گا کہ اگر انبیاء کسی بات کو سچ سمجھ کر بول دیں اور اس بات کا اللہ کے حکم سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس صورت میں انبیاء جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب معاملہ خدائی احکام کا ہو تو ان میں انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی کیا گیا ہو۔[82]

نسخِ عہدِ عتیق سے متعلق امام قرافی کا مؤقف

نسخ خالصتاً ایک اسلامی اصطلاح ہے۔ مسلمان علماء کی صراحتوں کے مطابق بعد میں نازل ہونے والی احکام سے متعلق قرآنی آیت جو پہلے نازل ہونے والی احکام سے متعلق کسی قرآنی آیت سے متعارض ہو تو بعد میں نازل ہونے والی آیت پہلے نازل ہونے والی آیت کی ناسخ تصور کی جائے گی۔ اس اصول کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود آگاہ فرما رکھا ہے کہ:

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا[83]

جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں، یا اسے بھلا دیتے ہیں، اس سے بہتر، یا اس جیسی (اور) لے آتے ہیں۔

نسخ کا یہی اصول احکام سے متعلق احادیث پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ اگر کسی قرآنی آیت کے بعد اس سے بظاہر متعارض کوئی حدیث ہو تو کیا حدیث سے قرآنی آیت کا نسخ ثابت ہو گا؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور اس کے جواب میں اثبات اور نفی کی مباحث مسلمان علماء کے ہاں موجود ہیں۔[84]

اسلامی ادب میں نسخ کے ضمن میں خدا کے علم اور مقاصد شریعت پر بھی طویل مباحث موجود ہیں۔ اس ضمن میں پہلی اصطلاح "بداء" زیر بحث رہتی تھی جس کا لفظی معنیٰ "شروع ہونا" ہے۔ اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ نئے حالات کے سبب الہامی ذہن میں تبدیلی کا پیدا ہونا۔ مسلمان علماء کے ہاں "بداء" کو قبول نہیں کیا گیا بلکہ سب نے اس تصور کو خدا کے ساتھ منسوب کرنے سے انکار کیا کیونکہ اس کی وجہ سے یہ لازم آتا تھا کہ خدا کا علم حالات و واقعات کے ساتھ بتدریج بڑھتا ہے۔ لہٰذا اس کو علام الغیوب اور علیم و خبیر تسلیم کرتے ہوئے بداء کو مسترد کر دیا گیا تھا۔

اس ضمن میں اشاعرہ نے یہ توضیح پیش کی کہ نسخ کا سبب خدا کے علم میں بتدریج اضافہ نہیں بلکہ اس کا سبب خدا کے اس کائناتی منصوبے کا اطلاق ہے جو اس نے انبیاء کے ذریعے بتدریج دنیا میں نافذ فرمایا۔ وہ علام الغیوب اور علیم و خبیر ہے اس لیے وہ بہتر جانتا ہے کہ کب کون سا حکم جاری کرنا ہے اور کب کس حکم کو تبدیل کرنا ہے۔

نسخ کے بارے میں امام قرافی کا مؤقف اشاعرہ کے مماثل ہے۔ ان کے مطابق نسخ خدا کے ذہن میں تبدیلی یا ندامت کی

عکاسی نہیں کرتا۔ ایسا انسان کے ساتھ عین ممکن ہے کہ وہ ایک مقام کی طرف سفر کرے اور پھر اس کو کسی نقصان سے دوچار ہونا پڑے اور وہ اپنے منصوبے پر افسوس اور ندامت کا اظہار کرے۔ خدا کا معاملہ اس سے برتر ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کہ فلاں عہد میں چربی انسان کے لیے بہتر جب کہ فلاں عہد میں چربی انسان کے لیے مضر ہے۔ اس لیے اس نے ایک عہد میں اس کو حلال اور دوسرے عہد میں اس کو حرام رکھا۔ لہٰذا احکام کو زمانوں اور امتوں کی مصلحتوں کے تابع رکھا گیا ہے۔ نسخ خدا کے علم میں تبدیلی کے پیش نظر نہیں بلکہ انسان کی انفرادی یا معاشرتی زندگی میں کی فلاح وبہبود کے مقصد کے تحت ہوتا ہے۔[85]

بعض اشاعرہ کے مطابق نسخ کا مقصد محض یہ تھا کہ انسانوں میں اللہ کی اطاعت شعاری کی جانچ کی جاسکے۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ خدا مبنی بر "حسن" حکم ہی نازل فرمائے بلکہ وہ مبنی بر "قبح" کا حکم بھی دے سکتا ہے۔ وہ حاکم اعلیٰ ہے اس لیے وہ کسی بھی چیز کا حکم دے سکتا اور انسانوں کے لیے اس کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا لازم ہے۔[86] امام قرافی اس مؤقف کو قبول نہیں کرتے۔

بعض معتزلہ نے یہ مؤقف پیش کیا ہے کہ اشیاء کا حسن وقبح ان کے اندر موجود ہوتا ہے جس کی تشخیص عقل سے کی جاسکتی ہے۔ خدا صرف ایسے اعمال کا حکم دیتا ہے جو مبنی بر "حسن" ہوں اور صرف ان کاموں سے منع کرتا ہے جو مبنی بر "قبح" ہوں۔ خدا کسی ایسی چیز کا حکم دے ہی نہیں سکتا جو کسی مفسد کو جنم دے۔

امام قرافی ان دونوں مؤاقف کے درمیان ایک اعتدالی نکتہ نظر پیش کرتے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ افراد اور اقوام کے حالات مرور ایام کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس تبدیلی کے باعث احکام میں بھی تغیر پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانوں کی اطاعت شعاری کی جانچ اور مصالح کی تشکیل، دونوں ہی نسخ کے مقاصد ہیں۔ اس کے بعد امام قرافی مثال پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے اسحاق[87] کی قربانی پیش کریں۔ اس حکم کا مقصد باپ اور بیٹے کی اطاعت شعاری کو جانچنا تھا۔ جب وہ اس امتحان میں کھرے اترے تو انسانی جان کے تحفظ کی مصلحت کی رعایت[88] کے تحت بیٹے کے بجائے دنبے کو بھیج دیا گیا اور اس کے بعد جانوروں کی قربانی کے حکم کو مستقل حیثیت دے دی گئی تھی۔[89]

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا شریعت کے احکام میں انسانی فلاح کو ملحوظ رکھنے کا مکلف اور پابند ہے؟ معتزلہ کی جانب سے اس سوال کا جواب اثبات میں جب کہ اشاعرہ کی جانب سے اس کا جواب نفی میں دیا جاتا ہے اور امام قرافی اس ضمن میں اشاعرہ کے مؤید اور حامی ہیں۔ ان کا مؤقف ہے کہ یہ خدا کے لیے لازم نہیں ہے تاہم اگر وہ ایسا کرے تو یہ اس کا فضل اور رحم ہے۔[90]

یہود ونصاریٰ نے اسلام کے تصور نسخ کو قبول نہیں کیا۔ یہود کا خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ابدی ہے اور یہ منسوخ نہیں ہو سکتی۔[91] ان کا دعویٰ تھا کہ نسخ بداء کو لازم آتا ہے لہٰذا نسخ کا تصور اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے۔ لہٰذا اس اسلامی شریعت کے ذریعے یہودیت ونصرانیت کے نسخ کا تصور باطل ہے۔[92]

یہود کا دعویٰ تھا کہ جس حکم پر عمل کے نتیجے میں مفاسد سامنے آئیں، ایسا کوئی حکم خدا کی طرف سے مل ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح جس الٰہی حکم کے نتیجے میں مصالح سامنے آئیں، اس حکم کو خدا منسوخ کیوں کرے گا؟ لہٰذا خدا کے متعلق مصالح کو مفاسد اور مفاسد کو مصالح میں بدلنا مان لیا جائے تو یہ اس کی گستاخی اور توہین ہو گی۔ چنانچہ خدا کا ہر حکم ابدی ہے اور اس کے اوامر ونواہی بھی ابدی ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ ایک چیز کا حکم دے کر اس کو منسوخ کر دے۔

نسخ کے استشراقی مؤقف سے متعلق امام قرافی کا جوابی بیانیہ

امام قرافی نے ابتداء میں ایسے چند اسلامی احکام کا ذکر کیا ہے جو شریعت موسوی کے نسخ کے طور پر نازل ہوئے تھے۔ ان

احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو نئے احکام کے ساتھ منسوخ کرنے پر مقتدر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شریعت موسوی سابقہ شرائع کے بعض احکامات کی ناسخ نہ ہوتی۔ ان میں سے اہم احکامات مندرجہ ذیل ہیں:

1. اونٹ کا گوشت کھانا۔
2. جانوروں کی چربی کھانا۔
3. ہفتے کے دن شکار کی حرمت کو حلت میں بدلنا۔
4. ماہواری والی خواتین سے کلی طور پر مقاطعہ اختیار کرنے کے حکم کے بجائے ان کے ساتھ مجامعت کے علاوہ ہر قسم کا تعامل رکھنے کا حکم جاری ہونا۔[93]

اگلے مرحلے میں امام قرافی نے بعض دلائل کی رو سے یہ ثابت کیا ہے کہ خود یہودیوں میں بھی شرعی احکام کے نسخ کا نہ صرف تصور پایا جاتا ہے بلکہ ان تصور کی کثیر الجہت عملی مثالیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

- آدم علیہ السلام کے عہد میں بہن اور بھائی کے نکاح کی حلت پر یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے۔ ہابیل نے اپنے بھائی قابیل کو اسی لیے قتل کیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ سارہ کو اپنی بہن اسی لیے بتایا تھا کہ اس زمانے میں بہن اور بھائی کا نکاح مروج تھا۔[94] بعد میں نکاح کی اس قسم کو تورات میں حرام قرار دیا گیا۔[95] اس معاملے میں یہودی نسخ کو مانتے ہیں۔
- تورات کے مطابق چوتھی مرتبہ چوری کرنے والے کا کان کاٹ دینے کا حکم تھا جس کو بعد میں منسوخ قرار دیا گیا تھا۔[96]
- تورات میں یہ بھی موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا اور بعد میں بیٹے کی جگہ مینڈھے کو رکھ کر بدل دیا گیا تھا۔ یہ نسخ کا مضبوط ترین مظہر ہے۔[97]
- ابراہیم علیہ السلام کے ہاں آزاد خاتون اور کنیز کو بیک وقت نکاح میں رکھنا مرد کے لیے جائز تھا اسی لیے حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ بیک وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ تورات میں اس کو بھی منسوخ قرار دیا گیا تھا۔[98]
- تورات میں بنی اسرائیل کو ارض مقدس جانے کا حکم دیا گیا لیکن بعد میں اس حکم کو مقام "تیہ" سے بدل دیا گیا تھا کیونکہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے نافرمان ثابت ہوئے تھے۔[99]
- یہ بھی تورات سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے عہد تک ہفتہ کے روز کام کرنا جائز تھا لیکن آپ علیہ السلام کی شریعت میں سبت کے دن کام کرنا حرام قرار دیا گیا تھا۔[100]
- تورات میں نسخ سے بھی زیادہ سخت نکتہ یہ بیان ہے کہ یہودیوں کے بادشاہ حزقیال کے بارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشعیاء بن عاموس کو موت کا فیصلہ سنا دیا گیا لیکن حزقیال نے ہیکل جا کر دعا مانگی تو اس کی زندگی پندرہ برس زیادہ ہوگئی۔[101]
- تورات میں ہے کہ بعض نیک لوگوں نے جب خوبصورت عورتوں کو دیکھا تو ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ لوگوں کو نکاح کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی گئی کہ وہ ایک سو بیس برس تک مر جائیں گے۔[102] لیکن ان میں سے کچھ لوگ ایک سو بیس برس سے زیادہ زندہ رہے تھے۔ مثلاً "ارفخشد" اس کے بعد چار سو برس تیس برس زندہ رہا۔[103] "رعو" اس کے بعد دو سو برس زندہ رہا۔[104] ابراہیم علیہ السلام اس کے بعد ایک سو برس زندہ رہے۔[105]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات کے مشمولات اور مندرجات اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لیے شریعت کو قومی حالات و مسائل کے مطابق تشکیل فرمایا تھا اور ہر زمانے میں سابقہ شرائع کے احکامات میں ترامیم اور تنسیخ کو

روا رکھا تھا۔ نسخِ تورات کی یہ مباحث امام قرافی کی کتاب شرح تنقیح الفصول میں بھی شامل ہیں۔ [106]

حاصل بحث

سابقہ مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام قرافی کے مطابق بائبل سے موسوم یہود و نصاریٰ کے پاس موجود دستاویزات منزل من اللہ نہیں ہیں۔ یہ ان کتب کی تحریف شدہ کاپیاں ہیں جن کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔ نیز اگر ان کا اصل حصہ کسی حد تک باقی ہے تو وہ اسلام کے آنے کے بعد منسوخ ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں امام قرافی نے مندرجہ ذیل اہم نکات پیش کیے ہیں:

- موسیٰ علیہ السلام نے تورات تمام بنو اسرائیل کو نہیں دی تھی بلکہ انھوں نے بنو ہارون کو دی تھی۔ انھوں نے اس کی حفاظت بذریعہ کتابت یا بذریعہ حفظ نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی نصف فصل بنی اسرائیل کو بھی تفویض فرمائی تھی لیکن انھوں نے بھی اس کی حفاظت نہیں کی تھی۔
- جو نسخہ تورات کے نام سے بنی اسرائیل میں تیار کیا گیا تھا وہ بھی محفوظ نہیں رہا کیونکہ بخت نصر اور دیگر بیرونی حملہ آوروں کے ذریعے اس کو تلف کر دیا گیا تھا۔
- یہود پر بعض زمانے ایسے بھی آئے ہیں جن میں ان کے حکمرانوں نے مشرک اقوام میں رشتے داریاں قائم کر لیں اور کھلے عام بت پرستی کا ارتکاب شروع کر دیا تھا۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مشتمل تورات کی وہ حقیقی تعلیمات موجود ہوتیں جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی تھیں، تو یوں کھلے عام شرک و کفر کا ارتکاب نہ ہوتا۔
- عزرا کاہن، جس کو تورات کا جامع تصور کیا جاتا ہے، دین سے لاعلم انسان تھا، اس لیے اس نے تورات کا جو نسخہ تیار کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ عبارات شامل کر دی تھیں۔ ان عبارات میں اللہ تعالیٰ کو انسانی نقائص سے متصف کر دیا گیا تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام کا درسِ توحید دھندلا ہو گیا اور اس کی جگہ کفر و شرک نے لے لی تھی۔
- تورات میں حقیقی طور پر تحریف کب ہوئی؟ اس کا کوئی واضح ثبوت امام قرافی نے پیش نہیں کیا البتہ انھوں نے اشارہ کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ جب ستر کاہنوں نے تورات کا یونانی زبان میں ترجمہ کیا، تب انھوں نے عمداً و قصداً اس میں تحریف کا ارتکاب کیا تھا۔ تمام یہودی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کے مطابق یہ مترجمین کا جرم نہیں بلکہ احسن اقدام تھا جس پر ان کی تحسین کی جاتی ہے۔
- بعض یہود فرقے ایک دوسرے پر الزام دھرتے ہیں کہ تم نے تورات میں تحریف کر رکھی ہے۔ اسی طرح بعض مسیحیوں کی جانب سے بھی یہودیوں پر تحریف کا الزام ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تورات تحریف شدہ ہے۔
- تورات کے حالیہ نسخے میں بعض ایسے واقعات مذکور ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد رونما ہوئے تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی تورات نہیں ہے بلکہ ان کی وفات کے بعد کسی کی تیار کردہ دستاویز ہے اور اس کو موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا جا چکا ہے۔
- تورات کے موجودہ نسخے میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہمیشہ ضمیر غائب کے صیغے سے ہو رہا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی شخص واقعات کا مشاہدہ کر کے آنکھوں دیکھا یا کانوں سنا حال لکھ رہا ہو۔ اگر یہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب ہوتی تو اس میں موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے ضمیر حاضر کے صیغے کے ذریعے خطاب کیا جاتا۔
- تورات کے موجودہ نسخے میں ایسی غلط معلومات مہیا کی گئی ہیں جو نہ صرف تاریخی اعتبار سے غیر ثابت شدہ ہیں بلکہ یہ تورات

کے داخلی مضامین میں بھی واضح تعارض کی نشان دہی کرتی ہیں۔

- تورات کے موجودہ نسخہ میں اللہ تعالیٰ کی شان میں مذکور گستاخانہ عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ منزل من اللہ نہیں ہے۔
- اسی نسخے میں انبیاء علیہم السلام کی توہین اور کردار کشی کی گئی ہے۔انبیاء کی عزت و عصمت کے بارے میں ایسی رکیک عبارات اس میں شامل کر دی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انبیاء کے صحائف پر نہیں بلکہ انسانی تصرفات سے بنائی گئی حکایات پر مشتمل دستاویز ہے۔
- تورات میں اگر موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی کچھ باقیات موجود ہیں تو اسلامی شریعت کے آنے کے بعد وہ منسوخ ہو چکی ہیں۔لہذا اب ان کی عملی معنویت باقی نہیں۔
- اسلام کا تصور نسخ یہودیوں کے مزعومہ بداء یا ندامت کو لازم قرار نہیں دیتا کیونکہ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ علام الغیوب اور علیم و خبیر ہے۔لہذا اس کا کوئی بھی فیصلہ اور حکم غلط ثابت نہیں ہو سکتا۔وہ احکام کو منسوخ کرنے پر مقتدر رہے۔
- انسانی دنیا میں مرور ایام کے ساتھ افراد اور اقوام کے حالات میں تغیر واقع ہوتا رہتا ہے۔اسی تغیر کے پیش نظر اللہ تعالیٰ احکام کو بھی تبدیل کرتا ہے۔نسخ انسانوں کی بھلائی اور فلاح و کامرانی کی غرض سے ہوتا ہے۔اس کے ذریعے انسانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عملی نمونہ جانچا جاتا ہے نیز مصالحِ شریعہ کو تسلسل دیا جاتا ہے۔
- امام قرافی نے بائبل سے متعلق مسیحی علماء کے تواتر کے دعوے کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ان کا کہنا ہے کہ تواتر کی شرائط پر بائبل پوری ہی نہیں اترتی۔تواتر کے لیے سند شرط ہے لیکن اناجیل اربعہ کی سند ہی موجود نہیں۔امام قرافی نے اس ضمن میں دلائل اور مثالوں سے بائبل میں عدمِ تواتر ثابت کیا ہے۔
- واقعہ مصلوبیت جس پر مسیحیت کی بنیاد استوار کی گئی ہے، امام قرافی کے مطابق تواتر سے مروی نہیں۔علاوہ ازیں مسیح علیہ السلام کے رفع سماوی کے واقعات بھی متواتر راویوں سے ثابت شدہ نہیں ہیں۔اناجیل میں متعدد ایسے واقعات پائے جاتے ہیں جو تواتر کے معیار پر پورے نہیں اترتے ہیں۔
- سبعہ احرف کے مسئلہ کو امام قرافی نے یوں واضح کیا ہے کہ سات قراءتیں پیغمبر اسلام ﷺ سے مروی ہیں۔ان کو مسلمانوں نے خود تخلیق نہیں کیا ہے جب کہ بائبل کے تمام نسخے انسانوں نے خود تخلیق کیے ہیں، ان کی املاء و کتابت مسیح علیہ السلام اور سابقہ پیغمبروں نے خود نہیں کروائی۔
- امام قرافی نے بائبل سے متعلق جو مقدمات پیش کر رکھے ہیں ان پر مستشرقین کی جانب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ امام قرافی نے دیگر مسلمان علماء کی کتب سے زیادہ استفادہ کیا اور اپنی تحقیقات کم پیش کی ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ موضوع سے متعلق دستیاب ادب کا مطالعہ اور اس سے استفادہ کرنا مصنف کا نقص نہیں بلکہ علمی اعتبار سے مثبت پہلو ہے۔
- مستشرقین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام قرافی نے بخت نصر کے حملے کا سبب غلط بیان کیا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ بخت نصر کے حملے کے سبب کی توضیح پیش کرنا امام قرافی کے پیش نظر نہیں تھا بلکہ ان کا مقدمہ تورات کے تلف ہونے سے متعلق تھا۔اس کا جواب پیش کیا جائے۔نیز بخت نصر کے حملے سے متعلق مسلمان علماء کی تصریحات سامنے آ چکی ہیں لہذا یہ نکتہ ہی خارج از بحث ہے۔
- امام قرافی پر مستشرقین کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ بائبل کو محرفہ ثابت کرنے کے ساتھ اس سے استشہاد بھی کرتے ہوئے

نظر آتے ہیں۔ یہ تعارض اور تضاد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام موصوف ان عبارات سے استدلال یا استشہاد کرتے ہیں جو قرآن وحدیث سے موافق ہیں۔ ایسی عبارات مسلمانوں کے مطابق غیر محرفہ ہیں۔

نتیجہ

امام قرافی کے مطابق بائبل تحریف شدہ ہے البتہ اس میں وہ عبارات غیر محرفہ ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیاں ہیں۔ جو حصہ تحریف سے پاک ہے وہ بھی اسلامی شریعت کے بعد منسوخ ہو چکا ہے۔ امام موصوف کے مقدمات پر مستشرقین نے کچھ اعتراضات وارد کیے ہیں لیکن وہ علمی اعتبار سے کمزور ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

[1] القرافی، شہاب الدین، احمد بن ادریس، الاجوبۃ الفاخرۃ عن الاسئلۃ الفاجرۃ، تحقیق: ناجی محمد داوٗد، (مکۃ مکرمۃ: جامعۃ ام القریٰ، 1405ھ/1985ء)۔

[2] الرسالۃ، عبارت نمبر 14۔

[3] David Thomas, Paul of Antioch's letter to a Muslim Friend, and the letter from Cuprus, in "Syrian Christians under the Islam", Brill, (2002), P. 218.

[4] ابن القیم الجوزی، ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر، اغاثۃ اللهفان من مصائد الشیطان، (بیروت: دار المعرفۃ، 1975ء)، ص 661 تا 663۔

[5] القرافی، الاجوبۃ الفاخرۃ عن الاسئلۃ الفاجرۃ، ص 85۔

[6] استثناء: باب 31، فقرہ 24 تا 27۔ نیز دیکھیے: خروج، باب 40، فقرہ 12 تا 15۔

[7] القرافی، الاجوبۃ الفاخرۃ عن الاسئلۃ الفاجرۃ، ص 78۔

[8] استثناء، باب 31، فقرہ 38۔ باب 32، فقرہ 1 تا 44۔

[9] القرافی، الاجوبۃ الفاخرۃ عن الاسئلۃ الفاجرۃ، ص 79۔ یہی مؤقف امام قرافی سے پہلے سموٗال نے اور امام قرافی کے بعد ابن قیم نے بھی اختیار کیا ہے۔ دیکھیے: المغربی، السموٗل بن یحیٰ بن عباس، بذل المجهود فی افحام الیهود، (قاہرۃ: مطبعۃ الفجالۃ الجدیدۃ، سن ندارد)، ص 143۔

[10] القرافی، الاجوبۃ الفاخرۃ عن الاسئلۃ الفاجرۃ، ص 79۔ یہودیوں میں مروج بت پرستی کے اس دور کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: ابن حزم، علی بن احمد، الفصل فی الملل والاهواء والنحل، (سعودی عرب: شرکۃ مکتبات عکاظ للنشر والتوزیع، 1982ء)، 1/189۔

[11] ابن القیم الجوزی، اغاثۃ اللهفان، ص 670۔

[12] القرافی، الاجوبۃ الفاخرۃ عن الاسئلۃ الفاجرۃ، ص 53، ص 80۔

[13] ایضاً، ص 79، ص 149۔

[14] ابن خلدون نے ان کاہنوں کی تعداد بہتر لکھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بطلیموس بن سکندر مقدانی نے ان کاہنوں کو عبرانی سے یونانی زبان میں تورات کے ترجمہ پر مامور کیا تھا۔ دیکھیے: عبد الرحمان ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، سن ندارد، 2/191۔

یہ واقعہ 228ء تا 247ء کے دوران پیش آیا تھا۔ اسی ترجمہ کو عہد نامہ قدیم کا اولین ترجمہ قرار دیا جاتا ہے۔ (البیرونی، ابوریحان، آثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ، (بیروت: دار صادر، سن ندارد)، ص 30۔

[15] القرافی، الاجوبۃ الفاخرۃ عن الاسئلۃ الفاجرۃ، ص 76؛

القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری، الاعلام بمافی دین النصاریٰ من الفساد والاوهام، تحقیق: ڈاکٹر احمد حجازی السقا، (بیروت: دار التراث

العربی، 1980ء)، ص190؛

ابن القیم الجوزی، الهداية الحيارى فى اجوبة اليهود والنصارى، تحقیق: ڈاکٹر احمد حجازی السقا، (قاہرۃ: مکتبۃ القیمۃ، 1399ھ)، ص139۔

[16] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص86۔ اس تنازعہ کے بارے میں مزید دیکھیے:

ابن حزم، الفصل فى الملل والاهواء والنحل، 1/117۔

[17] القرطبی، الاعلام، ص193۔

[18] خروج، باب14، فقرہ1۔ باب31، فقرہ12۔ لاویوں، باب7، فقرہ28۔

[19] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص85-86۔

[20] کیرانوی، رحمت اللہ، اظہار الحق، (ریاض: الادارۃ العامۃ للطبع والترجمۃ، سن ندارد)، 1/64۔

امام قرطبی نے بھی امام قرافی جیسا مؤقف ہی پیش کیا ہے۔ دیکھیے: القرطبی، الاعلام، ص189۔

[21] استثناء، باب34، فقرہ6 تا10۔

[22] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص85۔

[23] القرطبی، الاعلام، ص188-189۔

[24] اس ضمن میں تفصیل کے لیے دیکھیے: الباجی، ابو ولید، على التوراة، تحقیق: ڈاکٹر احمد حجازی السقا، (قاہرۃ: دار الانصار، 1980ء)، ص148؛

ابن حزم، الفصلل فى الملل والاهواء والنحل، 1/186۔

[25] پیدائش، باب2، فقرہ16 تا18۔

[26] پیدائش، باب4، میں یہ تفصیلات موجود ہیں کہ اس کے بعد آدم علیہ السلام کے ہاں بچوں کی پیدائش ہوئی اور وہ سینکڑوں برس تک زندہ رہے۔

[27] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص141۔ مزید دیکھیے: کیرانوی، اظہار الحق، 1/132۔ اس ضمن میں امام ابو ولید باجی لکھتے ہیں کہ: "ایک نسخہ میں آنوش کی ولادت سے قبل شیث کی عمر ڈیڑھ سو برس لکھی ہوئی ہے اور یہ بھی کہ وہ 870 برس زندہ رہا تھا۔ دوسرے نسخے میں لکھا ہے کہ آنوش کی ولادت سے پہلے شیث کی عمر 205 برس تھی اور وہ آنوش کی ولادت کے بعد 970 برس زندہ رہا تھا"۔ (الباجی، على التوراة، ص39، 38)

[28] پیدائش، باب15، فقرہ13۔

[29] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص84۔ مقالہ نگار کی معلومات کے مطابق تورات کے اس تناقض کو امام قرافی سے قبل صرف امام ابن حزم نے پیش کیا تھا اور ان کے بعد کسی دوسرے مسلمان عالم نے اس پر گفتگو نہیں کی ہے۔ امام ابن حزم نے اعداد و شمار اور زمانی تقویم و توقیت کے قواعد کی رو سے ثابت کیا ہے کہ مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کی مدت چار سو برس ہرگز نہیں بن سکی ہے۔ (ابن حزم، الفصل فى الملل والاهواء والنحل، 1/125)

[30] پیدائش، باب18، فقرہ20 تا22۔

[31] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص81۔ نیز دیکھیے: الباجی، على التوراة، ص73۔

[32] خروج، باب12، فقرہ20 تا22۔

[33] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص151۔ نیز دیکھیے: الباجی، على التوراة، ص92۔

[34] پیدائش، باب2، فقرہ1 تا3۔ خروج، باب2، فقرہ11۔

[35] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص148۔ امام ابو ولید باجی فرماتے ہیں کہ خدا "کُن" کہہ کر اپنے فرامین کے مطابق تخلیق فرماتا ہے۔ اس لیے تھکاوٹ اور استراحت اس کے شایانِ شان نہیں ہے۔ یہ اس کے شایانِ شان ہے جو جسمانی کمزوریوں کے سبب تکان کا شکار ہو۔ (الباجی، على التوراة، ص28، 27) امام ابن قیم اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے مذکورہ دعوے کے جواب میں قرآن مجید کا یہی بیان کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

زمین و آسمان اور ان کے مابین مخلوقات کو سات دنوں میں تخلیق فرمایا اور اس کو کسی تھکاوٹ یا اونگھ کا احساس نہیں ہوا ہے۔(سورۃ ق:38۔ ابن قیم الجوزی،هداية الحيارى، ص141،140)

[36] انسان کی تخلیق پر خدا کی ندامت(پیدائش، باب6، فقرہ5،6،7۔)طوفان نوح پر خدا کی ندامت(پیدائش، باب8، فقرہ21،20۔)

[37] القرافی،الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص82۔اسی پہلو پر تبصرہ کرتے ہوئے امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ندامت کو منسوب کرنا محال ہے کیونکہ نادم وہی ہوتا ہے جو لاعلمی کی بنا پر مندوم کے حال سے واقف نہیں ہوتا ہے۔اگر اللہ کے بارے میں یہ اعتقاد قائم کیا جائے تو وہ صریحا کفر ہو گا۔امام قرطبی یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ تورات میں مذکور لفظ "الندم" بالکل واضح ہے اور یہودی اس کی کوئی تاویل بھی پیش نہیں کر سکتے ہیں۔(القرطبی،الاعلام، ص194۔اسی سے ملتا جلتا مؤقف امام ابن حزم نے بھی پیش کر رکھا ہے۔دیکھیے ابن حزم،الفصل فی الملل والاهواء والنحل،1/117۔غالبا یہ بحث امام قرافی نے سمؤال سے نقل کی ہے۔دیکھیے:بذل المجهود فی افحام اليهود، ص134۔

[38] پیدائش، باب1، فقرہ2۔

[39] القرافی،الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص148۔تورات کے مذکورہ فقرے کے بارے میں طوفی بغدادی(716ھ)لکھتے ہیں کہ اس میں خدا کی تجسیم کا مفہوم پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔خدا کے ہونے پر متعدد دلائل موجود ہیں۔لیکن اطباء کی جانب سے جس وجود کو زیر بحث رکھا جاتا ہے اس کا خدا کے لیے ہونا محال ہے کیونکہ روح کے نکل جانے سے اس میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ بے حرکت ہو جاتا ہے۔(الانتصارات الاسلاميه، ص161۔

[40] مقالہ نگار کو ایسا کوئی فقرہ تورات میں نہیں مل سکا ہے۔البتہ تورات میں یہ ضرور مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طوفان نوح کے بعد جب دیکھا کہ اولاد آدم میں سے بعض لوگوں نے بلند و بالا عمارات تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو خدا آسمان سے نیچے اترا اور انسانوں کو اس کام سے منع کیا تھا۔(پیدائش، باب11، فقرہ1 تا9)

[41] القرافی،الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص149۔

[42] ایضاً، ص151۔

[43] پیدائش، باب3، فقرہ8۔

[44] خروج، باب14، فقرہ24 تا27۔

[45] خروج، باب3، فقرہ3 تا6۔

[46] پیدائش، باب17، فقرات1 تا4۔

[47] پیدائش، باب1، فقرہ27،26۔

[48] اس ضمن میں عیسائیوں کے ہاں یوحنا نے بھی لکھا ہے کہ انسان خدا کی شبیہ پر پیدا ہوا ہے اور اس ضمن میں خدا کو دیکھنے کا دعویٰ بھی پیش کیا گیا ہے۔(یوحنا، باب1، فقرہ11 تا17)

[49] القرافی،الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص147،148۔اس ضمن میں امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ "اپنی شبیہ" کے الفاظ کسی بھی تاویل کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ شبیہ اور اس کی مثل کا ایک ہی مفہوم ہے۔اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی مثل یا شبیہ قرار دیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہو گی۔(ابن حزم،الفصل فی الملل والاهواء والنحل،1/117)امام ابو ولید الباجی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صورت، شبیہ اور تصویر سے پاک ہے۔وہ تو ہر صورت کا خالق ہے۔جب کہ خالق اپنی مخلوق سے الگ ہوتا ہے اور اس سے مستغنی بھی ہوتا ہے۔(علی التوراة، ص25)

[50] گنتی، باب12، فقرہ1 تا11۔

[51] القرافی،الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص151۔امام ابو ولید الباجی فرماتے ہیں کہ نزول اجسام کی صفت ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حلول اور نزول کی صفت سے منزہ ہے۔(علی التوراة، ص115،114)

[52] خروج، باب35،27،26،25۔

[53] القرافی،الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص152۔امام ابو ولید الباجی اور اما قرطبی نے مذکورہ جملوں کے پیشِ نظر یہی مؤقف اپنایا ہے کہ

عہد نامہ عتیق میں جس خدا کی منظر کشی کی جاتی ہے وہ اس خدا سے بہت الگ اور مختلف ہے جو انبیاء کرام کی دعوت توحید میں مذکور ہے۔(علی التوراة، ص 98۔ الاعلام، ص195)

[54] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1996ء)، مادہ ع ص م، 12/ 403۔

[55] سورۃ ہود 11:43۔

[56] ابن فارس، علامہ، معجم مقاییس اللغة، (قاہرۃ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1970ء)، مادہ ع ص م، 3/ 331۔

[57] دیکھیے: حاشیه الدسوقی علی ام البراہین، ص173۔

[58] دیکھیے: التفتازانی، سعد الدین، شرح العقائد النسفية، (قاہرۃ: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، سن ندارد)، ص136۔

[59] پیدائش، باب 9، فقرات 21 تا 26۔

[60] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص82۔ اس ضمن میں امام ابن حزم کا نقد قابل غور ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اس واقعہ کو بغور دیکھا جائے تو یہ تورات کے دیگر مضامین کے ساتھ متناقض ہے۔ اسی تورات میں بیان ہوا ہے کہ بنی حام اصل میں کنعانی ہی تھے جنہوں نے بعد کے زمانوں میں ریاستیں فتح کیں اور کبھی غلامی کا سامنا نہیں کیا تھا(پیدائش، باب 10، فقرہ 6 تا 11)۔ جس نے بھی یہ واقعہ گھڑ کر تورات میں شامل کیا ہے وہ تورات میں مذکور دیگر حقائق کو نظر انداز کر بیٹھا تھا۔(ابن حزم، الفصل فی الملل والاهواء والنحل، 1/ 123)

امام ابو ولید الباجی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ تورات کے مختلف نسخوں میں مختلف صورتوں میں بیان ہوا ہے۔ ایک نسخہ میں لکھا ہے کہ حام نے اپنے والد کی شرمگاہ دیکھ لی تھی (پیدائش، باب 9، فقرہ 22)۔ دوسرے میں لکھا ہے کہ حام نے اپنے والد کو مکمل عریاں دیکھا تھا(سامری تورات کے عربی نسخہ میں "سوءابیہ" کے الفاظ ہیں۔ دیکھیے: پیدائش، باب 9، فقرہ 22)۔ ایک نسخہ میں اس بد دعا کا ذکر ہے کہ حام کی اولاد سام کی نسل کی غلام بن جائے گی (سامری تورات، پیدائش، باب 9، فقرہ 7) جب کہ دوسرے نسخہ میں یہ بد دعا لکھی ہے کہ حام کی نسل اس کے تمام بھائیوں کی اولاد کی غلامی میں آجائے گی (پیدائش، باب 9، فقرہ 25۔ دیکھیے: علی التوراة، ص57)

[61] پیدائش، باب 25، فقرہ 6،5۔

[62] پیدائش، باب 25، فقرہ 6،5۔

[63] اس ضمن میں حدیث ہے کہ "لاَ نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ"۔(البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (ریاض: دار السلام، 2015ء)، کتاب الفرائض، باب قول النبیﷺ: لانورث ماترکناصدقة، رقم الحدیث: 6726)

[64] پیدائش، باب 19، فقرہ 15، 16۔

[65] پیدائش، باب 19، فقرہ 30 تا 35۔

[66] پیدائش، باب 27، فقرہ 5 تا 33۔

[67] پیدائش، باب 35، فقرہ 22، 21۔ باب 39، فقرہ 3 تا 5۔

[68] پیدائش، باب 49، فقرہ 8 تا 10۔

[69] پیدائش، باب 38، فقرہ 12 تا 19۔

[70] پیدائش، باب 34، فقرہ 1 تا 30۔

[71] پیدائش، باب 19، فقرہ 30 تا 38۔ قاموس الکتاب المقدس، ص1065۔

[72] 2- سموئیل، باب 11، فقرہ 25۔

[73] 1- سلاطین، باب 11، فقرہ 1 تا 11۔

[74] القرافی، الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة، ص400 تا 404۔ زیادہ تر مسلمان علماء نے عزرا کو تورات میں تحریف کا اول مرتکب قرار دے رکھا ہے۔ دیکھیے: افحام الیہود، ص58 تا 60۔ غالباً امام ابن حزم نے سب سے پہلے یہ مؤقف پیش کیا تھا۔ مسلمان علماء کے اس مؤقف پر مستشرقین نے بھی قلم

اٹھارکھا ہے لیکن وہ کوئی ٹھوس جوابی بیانیہ پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ دیکھیے:
Martin Whittingham, Ezra as the Corrupter of the Torah, Intellectual History of the Islamicate World, Issue: 1, (2013), P. 253–271.

[75] بحر مردار کے مشرق میں ایک وادی کا نام (قاموس الکتاب المقدس، ص968)

[76] ایک مقام جہاں بنی اسرائیل نے سفر کے آخری مرحلوں میں ڈیرہ لگایا۔ (قاموس الکتاب المقدس، ص165)

[77] استثناء، باب34، فقرہ6۔

[78] القرافی، **الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة**، ص418۔

[79] خروج، باب40، فقرہ12 تا17۔

[80] القرافی، **الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة**، ص643 تا645۔

[81] ابن تیمیہ، **بین الاسلام والمسیحیة**، ص291۔

[82] القرطبی، **الاعلام**، ص192۔

[83] سورة البقرة2:102۔

[84] تفصیل کے لیے دیکھیے: حضری صالحین، **النسخ فی الشریعة الاسلامیة**، کلیة الشریعة والقانون، الجامعة الاسلامیة العالمیة، اسلام آباد، (1997ء)۔ ڈاکٹر عارف بن عوض الرکابی، **نسخ وتخصیص وتقیید السنة النبویة للقرآن الکریم**، (ریاض: مکتبة الرشد، 1427ھ)، فاطمہ صدیق عمر نجوم، **نسخ الکتاب والسنة بالکتاب والسنة**، کلیة الشریعة والدراسات الاسلامیة، جامعة ام القریٰ، مکة المکرمة، (1980ء)۔

[85] القرافی، **الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة**، ص325۔ الجعفری نے بھی اس سے ملتا جلتا موقف اپنایا ہے، دیکھیے: صالح ابن حسین الجعفری، **تخجیل من حرف التوراة والانجیل**، (ریاض: مکتبة العبیکان، 1998ء)، ص541 تا543۔

[86] الجوینی، امام الحرمین، **کتاب الارشاد**، (قاہرة: مکتبة الخانجی، 1950ء)، ص342۔

[87] امام قرافی کا موقف یہی تھا کہ قربانی کے لیے اسماعیل علیہ السلام کے بجائے اسحاق علیہ السلام کا انتخاب کیا گیا تھا۔ دیکھیے: عبد الخالق، **القرافی وجهوده فی رد علی الیهود والنصاریٰ**، (قاہرة: دار المحدثین، 2008ء)، حاشیہ 1، ص360۔

[88] امام قرافی نے اس کے لیے "رعایة المصالح" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

[89] القرافی، **الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة**، ص332۔

[90] ایضاً۔

[91] Arthur S. Tritton, **Debate between a Muslim and a Jew**," *Islamic Studies*, (1962), P. 60–64.

اس موضوع پر سب سے پہلے بغداد کے یہودی ربی سعید الفیومی یعنی "Saadia Gao" (م:330ھ/942ء) نے "کتاب الأمانات والاعتقادات" بحث کی تھی۔ یہ کتاب اب انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ دیکھیے:
Saʿadya Gaon, **Book of Beliefs and Opinions**, (Yale: University Press, 1948), P. 157–163.

اس کے اصل مخاطبین تو وہ مسیحی تھے جن کے مطابق مسیح علیہ السلام نے شریعت موسوی کو منسوخ کر دیا تھا لیکن کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے تصور نسخ کو بھی اسی دستاویز کی رو سے یہودیوں کا پہلا جوابی بیانیہ شمار کرنا چاہیے۔ دیکھیے:
Daniel J. Lasker, **Saadya Gaon on Christianity and Islam**, Included in the book: The Jews of Medieval Islam, (Brill, Leiden, 1995), P. 169–170.

اس ضمن میں جدید اسلوب میں یہودیوں کا نقطہ نظر معلوم کرنے کے لیے دیکھیے:
Camilla Adang, **Muslim Writers on Judaism**, (Brill, Leiden, 1996), P. 192–222.

[92] القرافی، **الاجوبة الفاخرة عن الاسئلة الفاجرة**، ص323 تا324.

[93] ایضاً۔

[94] ابراہیم علیہ السلام نے ان سے متعلق فرمایا تھا کہ "وہ میرے باپ کی بیٹی ہے لیکن میری ماں کی بیٹی نہیں ہے، وہ میری بہن تھی اور اب میری بیوی بن چکی

ہے"۔ دیکھیے ی: کتاب پیدائش، باب20، فقرہ12.

[95] لاویوں کی کتاب، باب18، فقرہ9؛ استثناء، باب27، فقرہ22؛ الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، 1/139؛ مسعودی، علی بن حسین، **مروج الذہب**، 1/35۔

[96] خروج، باب22، فقرہ2۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: القرافی، **تنقیح الفصول**، ص305۔

[97] پیدائش، باب9، فقرہ22،13۔

[98] پیدائش، باب16، فقرہ3۔

[99] خروج، باب6، فقرہ6 تا8؛ گنتی، باب14، فقرہ22،23؛ القرافی، **تنقیح الفصول**، ص305۔

[100] خروج، باب20، فقرہ10، باب35، فقرہ1 تا3۔ القرافی، **تنقیح الفصول**، ص305۔

[101] 2-ملوک، باب20، فقرہ601؛ یسعیاء، باب38، فقرہ1 تا6۔

[102] پیدائش، باب6، فقرہ1 تا3۔

[103] پیدائش، باب11، فقرہ13۔

[104] پیدائش، باب11، فقرہ20،21۔

[105] کتاب پیدائش کے مطابق بوقت وفات ابراہیم علیہ السلام کی عمر پونے دو سو برس تھی۔ (پیدائش، باب25، فقرہ7) اس اعتبار سے مصنف کی خبر بالکل غلط معلوم ہوتی ہے۔ امام ابن حزم نے بھی اس کو جھوٹ، کمزور اور قابلِ رد قرار دیا ہے۔ (دیکھیے: ابن حزم، **الفصل فی الملل والاھواء والنحل**، 1/209) جہاں تک امام قرافی کے اس قول کا تعلق ہے کہ وہ سو سال تک زندہ رہے تو یہ ظاہری طور پر غلط ہے اگر واقعی امام قرافی کا یہی مؤقف ہے تو یہ دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ واللہ اعلم

[106] القرافی، **تنقیح الفصول**، ص110 تا112۔